٣٤ - بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلٰوةِ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ — ابر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابر آلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابر آلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے' لیکن یہ احتیاط اس وقت تھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو' نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ، فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابو قلابہ کہ ابو الملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابر آلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی' اس کا گناہ' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٥ - بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ — وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

٥٩٥ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ، فَاضْطَجَعُوْا، وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ اِلٰى رَاحِلَتِهِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ يَا بِلَالُ، اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ، قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ، يَا بِلَالُ، قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ. فَتَوَضَّاَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ، قَامَ فَصَلّٰى. [طرف الحدیث: ۷۴۷۱]

(سنن ابوداؤد: ۴۴۰-۴۳۹' سنن نسائی: ۸۴۵' موطأ امام مالک: ۲۵' دار المعرفۃ بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷-۶۶' السنن الکبریٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! کاش آپ ہم کو رات کے آخری حصہ میں ٹھہرا لیں' آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے' حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا' پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگالی' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پس وہ سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو لوٹا دیتا ہے' اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو' پھر

آپ نے وضوء کیا' پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

للنسائی:۸۱۱۴۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۲' صحیح ابن خزیمہ:۴۰۹' صحیح ابن حبان:۱۵۷۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۶۱۱۔ج ۳۷ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبد الرحمٰن السلمی الکوفی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی بن بلدیہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

''الارواح''،''الروح'' کی جمع ہے' یہ مذکر اور مؤنث ہے' روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے' جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' غذاء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور بُرے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضمحل کر دیتے ہیں' عبادات' اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں' روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے' یہ کھانے پینے اور فربہ اور دبلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے' اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی' اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے' بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا' ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے ○

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى. (الزمر:۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی' ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ کبریٰ کہا جاتا ہے' اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی' اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آ گئی تھی' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا' جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیبر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے' جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا' اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آ گئی تو وہ اس لیے تھا تاکہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا' اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸' دار المعرفۃ' بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے' وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' شرح السنۃ ج ۴ ص ۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے' اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں' باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹-۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے' اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا' جیسے بچہ کو تھپکا جاتا

ہے۔(موطأ امام مالک:۲۶) پھر نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سواریوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے' دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو' جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی' حدیث میں ہے:

ابوصالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے' ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا' جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔(سنن ابوداؤد:۴۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ وادیٔ ثمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔(سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا' سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری:۴۳۳' صحیح مسلم:۲۹۸۰' مصنف عبدالرزاق:۱۲۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی ﷺ جو اس وادی سے نکل گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی ﷺ نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری:۵۸۳' صحیح مسلم:۸۲۸' کنز العمال:۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم:۶۸۴' سنن نسائی:۶۱۳' سنن ابن ماجہ:۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا' اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے' اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔
(صحیح البخاری:۵۵۶، صحیح مسلم:۶۰۸)

حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث:۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوع آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہٰذا جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی، وہ غروب آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے، اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہٰذا جب طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوع آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔
(صحیح مسلم:۵۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو' ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگائیں' اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے' وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے' پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے' پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی' پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی' پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے' اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' یہی صحیح مذہب ہے' لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے' اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی ﷺ نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھانا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے' اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوعِ آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

بن الحسن نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی سنت فجر فوت ہو جائیں تو وہ زوال سے پہلے پہلے ان کو ادا کرلے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی صرف سنت فجر فوت ہوئی ہے تو وہ بعد میں اس کو ادا نہ کرے اور اگر سنت فجر فرض کے ساتھ فوت ہوئی تو پھر اتفاقاً فرض سے پہلے سنت فجر کو بھی پڑھے جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۸) اس حدیث میں اس پر بہت قوی دلیل ہے کہ طلوع شمس کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے' ادا نہ قضاء' فرض نہ نفل۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۰۔۱۲۹ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

٥٩٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا كِدْتُ اُصَلِّي الْعَصْرَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا. فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّانَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [اطراف الحدیث: ۵۹۸۔۶۴۱۔۹۴۵۔۴۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۶۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۰۳' سنن ترمذی: ۱۸۰' سنن نسائی: ۱۳۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد آئے اور کفار قریش کی مذمت کرنے لگے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا' حتیٰ کہ عنقریب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' آپ نے نماز کا وضوء کیا اور ہم نے بھی نماز کا وضوء کیا' پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی' القریشی البصری (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

خندق کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں غزوہ خندق کے دن کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے: خندق کھودنے کا دن" خندق " کا لفظ" جعفر " کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: شہر پناہ یا شہر کی دیواروں کے گرد جو گہری کھائی کھودی ہوئی ہو۔ یہ اصل میں فارسی لفظ ہے' جس کو عربی میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص ۸۸۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ) یہ غزوہ ۴ھ میں برپا ہوا تھا' اس کا نام غزوۃ الاحزاب بھی

ہے' کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں ''بطحان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی' دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' سو انہوں نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے' حالانکہ عشاء کی نماز تو رات میں پڑھی گئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی' اس لیے اس کو (ظاہراً) قضاء نمازوں میں شمار کر لیا گیا۔

غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھے' پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے' پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت لاحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی' وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا' حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا' اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح مسلم: ۶۲۷' الرقم المسلسل: ۱۳۹۶' صحیح البخاری: ۲۹۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۹' سنن ترمذی: ۲۹۸۴' سنن نسائی: ۴۷۳-۴۷۴' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا' اس لیے ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو' جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے' اور ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں' جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں' اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب امام مالک امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے یہی امام شافعی بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے جس کو پڑھنا بھول گیا تھا پھر اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۵۴۲۔ ج ۲ ص ۹۹ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱ سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵ سنن دارمی: ۱۲۳۳ مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۵۵۔ ۱۵۴ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان الجامع الصغیر ص ۱۰۶ ادارۃ القرآن کراچی)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹۔ ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب وشتم۔